شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

زیر سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

جنوری 2012ء / صفر المظفر 1433ھ - جلد نمبر 4، شمارہ نمبر 1 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے - سالانہ ممبر شپ: مبلغ 180 روپے - تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 400 روپے

حضرت اقدس مولانا
ارشادِ گرامی شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ’’مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا ذکر ہم ضرور کرتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ جس چیز کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ زندگی کو غنیمت شمار کرو۔ ذکرِ الٰہی میں لگو اور اَخلاق سنوار لو کہ بے شمار انبیا علیہم السلام اور ان سے بھی بہت زیادہ اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مشاہداتِ صادقہ کی بنا پر فرمایا ہے کہ: آخرت میں ایمان اور عمل کام آئیں گے۔ ہر نبی کو جنت، دوزخ اور آخرت کا مشاہدہ کرایا گیا ہے اور اولیائے کرام کو بھی اکثر ایسا ہوا ہے۔ ان کا ایمان حقیقی تھا۔ وہاں ظن و تخمین (محض گمان اور اندازے) اور عقلی دلائل اور سماعی (سنی سنائی) باتوں پر بنیاد نہ تھی، بلکہ مشاہدے پر وہ گواہ تھے۔ اور گواہ سنی سنائی یا قیاسی بات نہیں، بلکہ دیکھی ہوئی بات کہا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے یقین دیتا ہے۔ یقین دیکھنے سے مکمل ہوتا ہے۔...

پس جب آخرت میں اپنی کمائی سے کام پڑتا ہے تو جو ہو سکے، کما لو۔ دنیا کا کیا ہے، یہ میری عمر کے مجھ سے کچھ چھوٹے یا بڑے یہاں (رامپور) کے نواب صاحب تھے، ان کی رنگ رلیاں اور ہماری غربت اب ایک ہوگئی، مگر جو چین ذکرِ الٰہی کی وجہ سے ہوتا ہے، وہ دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ لوگوں کو کیا نصیب؟ وہ تو دنیا میں بھی عذاب میں رہتے ہیں اور بے عمل ہوں تو آخرت میں بھی خدا جانے کیا ہوگا۔ اللہ والے دنیا میں بھی اطمینان سے رہتے ہیں اور آخرت میں تو ان کے مزے ہیں۔

(مجلس 05/محرم الحرام 1368ھ/ 07/نومبر 1948ء، بروز اتوار۔ مقام: ریاست رام پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 33-232۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلسِ ادارت
صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

درسِ قرآن
قرآنی انقلاب؛ انسانیت اور کائنات کے لیے رحمت

درسِ حدیث
سماجی بھلائی کے کام، مرنے کے بعد بھی کام آتے ہیں

اداریہ
مسلمان ممالک؛ نئی سامراجی حکمتِ عملی کی زد میں

خطبہ جمعہ
خلافتِ ارضی کی ذمہ داریاں اور انسانی مسائل کا حل

حالاتِ حاضرہ
عراقی بچوں کو عیسائی بنانے کے لیے
عیسائی مشنری ادارے سرگرم

دینی مسائل
دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیو یتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0321-5181875,5181929

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قرآنی انقلاب؛ انسانیت اور کائنات کے لیے رحمت

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (22,24:59)

ترجمہ: ''وہ نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا' ٹھیک ٹھیک بنانے والا' صورت دینے والا' اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔''

اللہ کی رحمت تمام کائنات اور نوعِ انسان پر چھائی ہوئی ہے۔ قرآنِ حکیم کا یہ انقلاب تمام کائنات کے لیے بھی مفید ہے اور تمام انسانیت کے لیے بھی یکساں مفید ہے۔ اگر قرآنی انقلاب دنیا میں جائے گیر ہو جائے تو یہ انسانیت کے لیے باعث صد ہزار رحمت ہوگا۔ اگر انسانیت ٹھیک راستہ اختیار کر لے تو اس کے ماتحت حیوانات و نباتات بھی زیادہ آرام سے رہ سکتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہوگا؟ کیا کوئی نیا نبی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہیے؟ کیا وہ عالم گیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے۔

کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی؟ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آنے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے۔ وہ تمام اقوام کے لیے قیامت تک کے لیے کافی ہے۔

اَلْخَالِقُ: چوں کہ اللہ خالق ہے اس لیے نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی۔

يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پیدا کرتا ہے وہ کچھ، جن کو تم نہیں جانتے) (8:16)۔ ان سے بڑے بڑے کام جن کو پہلی قومیں نہیں کر سکیں، آسان ہو جائیں گے۔ ''خَلق'' کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز بنانا۔ یہ نظامِ کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے مابعد (بعد میں آنے والے) نظام کے لیے انڈے کا کام دیتا ہے۔

اَلْمُصَوِّرُ: اللہ تعالیٰ اس مادے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا۔

اَلْبَارِئُ: اور ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرتا رہے گا۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ: وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو نظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یہ کافی ہے۔ اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصولِ انسانیت قرآن حکیم میں منضبط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی۔ اس لیے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، وہ اسی کی تسبیح کرتے ہیں) آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعدِ مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں۔ پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دنیا کو دیا ہے' اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت کو دے رہا ہے اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ یہ عزت و حکمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

سماجی بھلائی کے کام، مرنے کے بعد بھی کام آتے ہیں

عن ابی هُريرةؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ''إنّ ممّا يلحق المؤمن من عمله و حسناته بعد موته علمًا، علّمه و نشرهٗ، و ولدًا صالحًا تركهٗ، أو مصحفًا ورثهٗ، أو مسجداً بناهٗ، أو بيتًا لإبن السّبيل بناهٗ، أو نهرًا اجراهٗ، أو صدقةً أخرجها من مالهٖ فى صحّتهٖ و حياتهٖ، تلحقهٗ من بعد موتهٖ.''

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''بے شک مؤمن کے ان کاموں اور نیکیوں میں سے، جن کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا، یہ چیزیں ہیں: 1 وہ علم، جس کو اس نے سیکھ کر پھیلایا۔ 2 یا نیک اولاد، جو وہ اپنے بعد چھوڑ گیا۔ 3 یا قرآنِ مجید، جس کا وہ دوسرے کو وارث بنا گیا۔ 4 یا مسجد، جو وہ تعمیر کر گیا۔ 5 یا مسافروں کے لیے ٹھہرنے کا گھر بنا گیا۔ 6 یا نہر جاری کر گیا۔ 7 یا صدقہ اور خیرات، جو وہ اپنے مال میں سے اپنی تندرستی اور زندگی کی حالت میں نکال گیا۔ ان چیزوں کا اس کے مرنے کے بعد اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔)

(مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، الفصل الثالث)

اس حدیث شریف میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ بعض کام ایسے ہیں کہ ان کا ثواب آدمی کو اس کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ اور وہ کام ہیں، جن سے پوری سوسائٹی میں موجود دوسرے تمام افراد کو برابر نفع پہنچتا رہتا ہے۔ ورنہ ایسے کام، جن کے کرنے سے فقط کرنے والے کا انفرادی نفع ہو، تو وہ اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ ایک حدیثِ پاک میں مذکور ہے کہ: ''زائد نفل نماز پڑھنے والے سے وہ شخص بہتر ہے، جو فرض اور سنتیں پڑھنے کے بعد ایسے اجتماعی کاموں میں مشغول رہے، جو دوسروں کے فائدے کے ہیں۔''

ان میں سے کچھ کام اس حدیث میں گنوائے گئے ہیں:

1 علم سیکھ کر اس کے پھیلانے اور قائم رکھنے کی کوشش کرے، یعنی لوگوں کو سکھائے، مفید کتابیں لکھے، کتب خانے قائم کر جائے، جس میں ہر شخص مفید کتابیں آ کر پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ 2 اولاد کو نیک اور صالح بنا جائے، جو ہمیشہ اچھے کام کریں اور برے کاموں سے خود بھی رُکیں اور دوسروں کو بھی روکیں۔ 3 اپنے پیچھے قرآن شریف چھوڑ جائے، جسے اس کے وارث پڑھیں اور سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ 4 مسجد تعمیر کر جائے۔ 5 مسافر خانے قائم کر جائے، جہاں مسافر آ کر مفت ٹھہریں اور آرام اٹھائیں۔ 6 نہر، کنواں وغیرہ بنا جائے، جس سے سب کو فائدہ پہنچے۔ 7 نیک کاموں کے لیے کچھ نقد روپیہ یا جائیداد اپنی زندگی میں وقف کر جائے، جس کا فائدہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کو پہنچتا رہے۔ یہ سب کام اجتماعی بھلائی اور سماجی ترقی کے ہیں۔

سماجی بھلائی کے یہ سب کام ایسے ہیں، جن کا فائدہ انسانیت کے تمام لوگوں کو مدتوں تک جاری رہنے والا ہوتا ہے اور جب تک ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا، برابر ان کا ثواب بھی پہنچتا رہے گا۔ ان کے علاوہ جو کام بھی ایسا کر جائے گا، جس سے دوسرے فائدہ اٹھاتے رہیں، اس کا ثواب برابر ملتا رہے گا۔ ایسے اعمال کو اسلام نے صدقہ جاریہ قرار دیا ہے۔ یہ اسلام کی بہت ہی مبارک تعلیم تھی۔ افسوس! کہ آج ہم سماجی بھلائی کے ایسے کاموں میں دلچسپی نہیں لے رہے، حال آں کہ دنیا میں یہ ہماری خصوصیت تھی۔

اداریہ

مسلمان ممالک ؛ نئی سامراجی حکمتِ عملی کی زد میں

2012ء کا سورج طلوع ہو رہا ہے اور 2011ء اپنے بطن میں تاریخی واقعات و حقائق لے کر غروب ہو چکا ہے۔ گزشتہ سال عالمی سطح پر بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ ان میں اہم تر یہ ہے کہ اقوامِ عالم کے اجتماعی ضمیر نے سرمائے کے بل بوتے پر قائم سامراجی تسلط کے انسانیت دشمن کردار کو سمجھا اور عالمی سطح پر دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف احتجاجات ہوئے۔ ایسے حالات میں سامراجی جنگِ زرگری نے اپنی بقا کے لیے مسلمان ممالک کو نئی سازشوں کی آماجگاہ بنائے رکھا۔ اس طرح ان ممالک میں سامراجی کردار کے کئی رُخ سامنے آئے۔ خاص طور پر شمالی افریقا کے ممالک تیونس، لیبیا اور مصر وغیرہ اور ایشیائی ممالک میں ترکی، افغانستان اور پاکستان میں سامراجی تزویراتی حکمتِ عملی نے نیا رُخ اختیار کیا اور سامراجی مفادات کے لیے اسلام کو ایک نئے انداز سے استعمال کرنے کا حربہ سامنے آیا۔

گزشتہ تقریباً سو سال کی عالمی تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم کے بعد سامراجی ممالک نے مسلمان علاقوں پر مشتمل خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے بہت سے مسلمان ملکوں کے قیام کا ڈول ڈالا۔ اس طرح ایک خلافتِ عثمانیہ کے 50 سے زائد اسلامی ممالک بنا کر ان میں بادشاہتیں اور آمریتیں قائم کر دیں۔ یہ بھی دلچسپ حقیقت ہے کہ ایک طرف دنیا شاہی دور سے نکل کر قومی جمہوری دور میں داخل ہو رہی تھی اور عالمی سطح پر بادشاہتوں اور شخصی حکومتوں کا دور قصہ پارینہ بنتا جا رہا تھا، لیکن سامراجی مفادات کے لیے بنائے جانے والے ''اسلامی'' ممالک میں شخصی حکومتیں اور نئی بادشاہتیں قائم کر دی گئیں۔ دنیا بھر میں ہزاروں سالوں سے قائم بادشاہتیں تو ختم ہو رہی تھیں، لیکن مسلمان ممالک کے عوام کو حقیقی جمہوری اقدار کی بنیاد پر اپنا نظام قائم کرنے کی اجازت دینے کی بجائے نئے بادشاہی نظام کے ظلم و جبر کے شکنجوں میں کس دیا گیا۔ یہی نہیں، بلکہ دریافت شدہ تیل کے ذخائر پر مشتمل علاقوں کو اپنے سامراجی مفادات کے لیے چھوٹے چھوٹے ملکوں کی شکل دے دی گئی اور ان پر غدار قبائلی سرداروں کو مسلط کر کے ''شاہ'' کا لقب دے دیا گیا۔ اور پھر ان بادشاہوں کے زیرِ تسلط شخصی حکومتوں سے سامراجی مقاصد کے تحت معاہدے کر کے ان ملکوں کے تیل اور دیگر معدنی وسائل پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس طرح ''اسلام'' کا خوب صورت عنوان استعمال کر کے ''کلمہ طیبہ'' کے سائے میں سامراجی مفادات پورے کرنے کا پورا پورا اہتمام کیا گیا۔ چناں چہ ان ممالک میں اسلام کے نام پر اجتماعی نظم و نسق، قومی تقاضوں اور جمہوری اقدار کو فنا کی گھاٹ اتار دیا گیا۔ جب بھی عوام نے اپنے قومی، جمہوری اور معاشی حقوق کے لیے آواز بلند کی، اسلام کے معزز نام پر اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ اس طرح تقریباً نو عشروں تک بادشاہوں کے زیرِ تسلط مسلمان ممالک کے عوام کے حقوق سبوتاژ کر کے سامراجی مفادات پورا کرنے کے لیے منظّم منصوبہ بندی کی گئی۔

اس منصوبہ بندی میں یہ بھی شامل رہا کہ اسلام کے عنوان سے ایسی ''اسلامی جماعتیں'' وجود میں لائی گئیں، جو بظاہر ''اسلام'' کے نعرے بڑے زور و شور سے الاپتی رہیں، لیکن کام سامراج کے لیے کرتی ہیں۔ چناں چہ مصر کو مرکز بنا کر ''اخوان'' جیسی جماعتیں وجود میں لائی گئیں اور پھر اسی طرزِ فکر و عمل پر تقریباً تمام مسلمان ممالک میں نام نہاد ''اسلامی جماعتوں'' کا جال بچھایا گیا۔ اور سرمایہ داری نظام کی آلہ کار ایک مخصوص ذہنیت کی حامل نام نہاد اسلامی قوت تخلیق کی گئی۔ یہ جماعتیں بظاہر ''خلافتِ اسلامیہ'' یا ''اسلامی نظام'' کے نفاذ کے دعوے دار کے طور پر سامنے آئیں، لیکن حقیقت میں اس خطے کے عوام کے سیاسی، معاشی اور انسانی حقوق غصب کر کے حقیقی اسلام کی انسان دوستی، امن اور معاشی خوش حالی پر مبنی سچی تعلیمات سے لوگوں کو دور رکھنے کا کام سرانجام دینے لگیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمان ممالک کی نام نہاد ''اسلامی تحریکات'' کی ماں ''اخوان'' جیسی سامراجی تحریک رہی ہے، جو یورپین تصورات کے تحت اسلام کا نام استعمال کرتی رہی ہے۔ چناں چہ ایک طویل عرصے تک تیونس، مصر اور دیگر ''اسلامی'' ملکوں میں اسی طرح کی جماعتیں نام بدل کر کردار ادا کرتی رہی ہیں۔

بدلتے دور کے نئے سماجی تقاضوں کے تناظر میں گزشتہ کچھ عرصے سے مسلمان ممالک میں نئی سامراجی حکمتِ عملی سامنے آ رہی ہے۔ گزشتہ سال اس کے بہت سے مظاہر سامنے آئے ہیں۔ چوں کہ نئے مواصلاتی ذرائع کی آمد کی وجہ سے انسانوں کے اجتماعی حقوق کو زیادہ دیر تک دبایا نہیں جا سکتا ہے اور گلے سڑے بادشاہی نظام کے ذریعے ان ممالک کے عوام کو اب دیر تک بہلایا نہیں جا سکتا۔ نیز سامراجی سرمایہ دارانہ نظام کے داخلی تضادات کھل کر پوری دنیا کے سامنے آ چکے ہیں۔ ایسے میں مسلمان ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام کو نئے رنگ و روپ میں پیش کرنے کی سامراجی حکمتِ عملی سامنے آ رہی ہے۔ چناں چہ جمہوریت کے نام پر ''اسلامی جماعتوں'' کو حکومتوں پر مسلط کرنے کا طریقہ اپنایا جا رہا ہے۔ یعنی وہی سامراجی جماعتیں، جو کل تک ''اسلامی نظام'' کے پردے میں بادشاہی نظام کی محافظ بن کر سرمایہ دارانہ مفادات کا تحفظ کرتی رہی ہیں، آج الیکشن کا ڈرامہ رچا کر انھیں جمہوریت کی علم بردار کی صورت میں اقتدار دلایا جا رہا ہے۔ جب کہ سرمایہ دارانہ اساس پر سیاسی اور معاشی نظام بدستور اسی طرح قائم ہے۔ چناں چہ تیونس میں نام نہاد اسلام پسند جماعت ''النهضه'' کی سربراہی میں حکومت کا قیام ہو یا مصر میں ''اخوان'' کو انتخابات میں برتری دلانے اور اس کو حکومت پر مسلط کرنے کا پروگرام ہو، یا لیبیا میں عبوری اسلامی کونسل کے ذریعے سے اسلام کے نام پر دہشت گردانہ عزائم کو مسلط کرنے کی صورت ہو، یہ سب اسی عالمی سرمایہ دارانہ سامراجی کردار کے چند مظاہر ہیں۔ بلکہ ان ممالک کی دیکھا دیکھی ہمارے ملک کی ''اسلامی جماعتوں'' کے قائدین نے بھی بڑھکیں لگانا شروع کر دی ہیں کہ جس طرح تیونس، مصر اور لیبیا میں نام نہاد ''اسلامی انقلاب'' برپا ہوا ہے، اسی طرح انھیں بھی یہاں ایسا ہی ''انقلابی اقتدار'' ملنا چاہیے۔ چناں چہ یہاں کی ''اسلامی جماعتوں'' میں گٹھ جوڑ پیدا کرنے کے لیے باہمی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔

اس وقت اسلام کو ایک نئے ڈھنگ سے سامراجی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی سامراجی حکمتِ عملی سامنے آ رہی ہے۔ اور جس طرح بادشاہی دور میں حجاز کو ''سعودی عرب'' بنا کر مسلمان ممالک کا مرکز بنایا گیا، اسی طرح آج نام نہاد جمہوری دور میں ترکی کے ''اسلامی ماڈل'' کو مرکزی حیثیت دے کر مسلمان ملکوں پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ چناں چہ افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے ترکی میں ہونے والی ''استنبول کانفرنس'' اسی بات کی نشان دہی کر رہی ہے۔ اگرچہ زمینی معاشی حقائق بھی سعودی ٹریک بدل کر ترکی ٹریک پر آگے بڑھنے کے اشارے دے رہے ہیں۔ چناں چہ ایشیا اور یورپ کے درمیان زمینی تجارتی راستوں کے کھلنے کے موقع پر اسلام کے نام پر کام کرنے والی سامراجی جماعتوں کے ذریعے مسلمان ممالک پر سرمایہ دارانہ تسلط کی کوشش سامراجی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ اس دور کا شعوری تقاضا یہ ہے کہ ان بدلتے ہوئے سامراجی حربوں کو پورے فہم و ادراک کے ساتھ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان ممالک کو سامراجی حکمتِ عملیوں کا توڑ پیدا کرنے اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کے ذریعے کامیابی کی منازل طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس خطے میں سامراجی مقاصد کے لیے اسلام کو استعمال کرنے والوں کے شر سے بچنے اور قومی جمہوری بنیادوں پر جد و جہد کرنے والے علمائے حق کی اتباع کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

مدیرِ اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

خلافتِ ارضی کی ذمہ داریاں اور انسانی مسائل کا حل

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 10/ دسمبر 2010ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط و تحریر: محمد طفیل اقبال

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تعالٰی: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (30:2) صدق اللّٰہ العظیم.

معزز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ انسانیت کے ذمے خلافتِ ارضی کی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی کائنات کا عالم گیر نظام چلانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو طریقۂ کار وضع کیا، اس کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ نوعِ انسانیت کا داخلی نظام ان اعلیٰ اصولوں پر قائم ہو، جس کے ذریعے سے اللہ کی قدرت کا اظہار ہو اور اللہ نے کائنات میں اپنا جو عالم گیر سسٹم بنایا ہے، وہ دنیا میں ظاہر ہو۔ ایک حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”کُنتُ مخفیًّا فاردّتُ ان أظهُرَ“ (میں ایک مخفی خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کروں) کائنات کی یہ تخلیق دراصل میں نے اپنی قدرت، اپنی طاقت، اپنی صفات کے اظہار کے طور پر پیدا کی ہیں۔ اور کائنات میں اللہ کی صفات کا سب سے بڑا مظہر خود حضرتِ انسان ہے۔ اللہ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلافت کا مطلب دراصل اپنی صفات کا اظہار ہے۔ اپنے کمالات کا اظہار ہے۔ نیابت اور خلافت بھی اسی تناظر میں ہے کہ اللہ کی جو صفات ہیں، ان کو دنیا میں قائم کرنے، ان کا عملی نظام بنانے، ان کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے انسان کو ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک، خاص طور پر وہ انسان، جو غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں، انبیا، صدیقین، شہدا اور اولوالعزم لوگ، جو انسانیت کا اصل نمونہ اور معیاری انسان ہیں، ان کے ذریعے سے اللہ اپنے اَخلاق وصفات کا دنیا میں اظہار کرتے ہیں۔ انسانوں میں انبیا علیہم السلام اللہ کے مکمل نائب اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ اور تمام انسانوں اور تمام انبیا میں سب سے اعلیٰ ترین انسان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

معیاری انسانوں میں سب سے اونچا درجہ انسانِ اکبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس لیے خلافت ونیابت کی اعلیٰ ترین ذمہ داریاں بھی نبی اکرمؐ کے ذریعے سے ظاہر ہوئیں۔ آپؐ کی بعثت کے مقاصد واہداف کیا تھے؟ خلافت اور نیابت کے طور پر نبی اکرمؐ نے دنیائے انسانیت کو کیا دیا؟ یہ وہ اہم ترین موضوع ہے، جس پر پچھلے چودہ سو سال سے علما و محققین گفتگو کر رہے ہیں۔ اس بات پر اہلِ علم، محدثین ومفسرین، علمائے ربانیین کا اتفاق ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر ایک عالم گیر اور بین الاقوامی خلافت اور حکومت کا نظام قائم کیا۔ خلافتِ کبریٰ آپؐ کی نبوت کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ”انسانی معاشروں میں بین الاقوامی سطح کا نظام قائم کرنا ہی دراصل محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا اساسی مقصد تھا۔“ حقیقت یہ ہے کہ کل انسانیت کو اللہ کے بیان کردہ اعلیٰ اَخلاق کے نظام کے تحت لانا بہت اونچا کام ہے۔ خلافتِ ارضی کا مطلب کوئی خاص قسم کی رسمی اور Tipical حکومت قائم کرنا نہیں، محض کسی خاص فرقے کی حکمرانی قائم کرنا نہیں ہے، بلکہ خلافتِ ارضی کا مطلب ایک تربیت یافتہ منظّم مسلمان جماعت کے ذریعے سے ایسا عالم گیر نظام قائم کرنا ہے، جس کے ذریعے تمام فرقوں، گروہوں، نسلوں اور انسانوں میں انسانیت کی اعلیٰ اقدار قائم ہوں، انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کا نظام قائم ہو، ان کے انسانی مسائل حل کیے جائیں، اُن کی مشکلات کو دور کی جائیں۔ یہ خلافتِ ارضی ہے، اس خلافت کے ذریعے سے انسانیت کے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔

انسانیت اپنی اجتماعی شیرازہ بندی کے لیے تین بنیادی دائروں کی محتاج ہوتی ہے۔ انسانی اجتماعات اپنی سماجی زندگی کی تشکیل اور اپنے قومی اور بین الاقوامی نظام کے قیام کی بنیاد کسی نہ کسی نظریے اور فکر پر رکھتے ہیں۔ خلافت کی اساس پر ترقی یافتہ معاشرے اپنے لیے ایک ایسے نظریے اور فکر کو اختیار کرتے ہیں، جو انسانیت گیر ہو اور انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کردار ادا کرے۔ اس نظریے میں اپنے تمام تر پھیلاؤ کے ساتھ انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی صلاحیت واستعداد ہوتی ہے۔ انسانی معاشروں کے لیے دوسری اہم ترین چیز ایک ایسے سیاسی نظام کی ضرورت ہے، جو سوسائٹی کے تمام انسانی گروہوں کے مسائل کے حل کرنے کے لیے کردار ادا کرے۔ دنیا میں انسانیت کو امن دینے اور اس کی اجتماعی شیرازہ بندی کے لیے اسے ایک نظم وضبط اور ڈسپلن میں لایا جانا ضروری ہے۔ اور یہ کسی خاص نسل یا قوم یا فرقے کے لیے ہی نہیں، بلکہ کل انسانیت کے لیے ہو۔ کل انسانیت کے ایسے مسائل، جن کا تعلق انسانوں کے امن، ان کی جان، مال، عزت و آبرو کے پہلوؤں سے ہو، انھیں حل کرے۔ انسانی سوسائٹی کے لیے تیسری اہم ترین چیز ایک ایسے معاشی نظام کی ضرورت ہوتی ہے، جو انسانی غربت کو دور کر کے تمام انسانوں کے معاشی مسائل حل کرے اور انھیں معاشی خوش حالی عطا کرے۔

خلافتِ ارضی کے تناظر میں جب انبیا علیہم السلام کی تعلیم کی روشنی میں صحیح علم وفکر اور نظریہ اختیار کیا جائے اور اس کی بنیاد پر سیاسی نظام درست طور پر قائم کیا جائے اور اس کے نتیجے میں امن وامان قائم ہو جائے، اسی طرح نبویؐ تعلیمات کی اساس پر بہترین معاشی نظام قائم ہو جائے، تو اس کے فوائد وثمرات صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں رہتے، بلکہ جانوروں تک بھی پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ گہرے سمندر کی مچھلیوں پر بھی اس کے اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے انسانوں کے لیے دعا گو رہتی ہیں۔ چناں چہ حضورؐ نے فرمایا: ”حتّٰی الحیتان فی جوف الماء“. (یہاں تک کہ پانی کے پیٹ میں مچھلیاں بھی راحت پا کر صالح انسانوں کے لیے دعا کرتی ہیں۔) اس طرح انسانیت کی خیر خواہی اور فلاح و بہبود کی سوچ کے اثرات پوری کائنات کے ذرّے ذرّے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ آپؐ رحمۃ اللعالمین ہیں اور آپ کی رحمت کے اثرات جب دنیا میں ایک بہترین سیاسی اور معاشی نظام کی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں تو دنیا کی ہر چیز رحمت وشفقت، امن وامان اور معاشی خوش حالی اور ترقی کی منازل طے کرتی ہے۔

خلافت کا ایک اہم ترین پہلو، آپؐ کی تعلیمات کے مطابق انسانی سوسائٹی کا قومی اور بین الاقوامی سیاسی نظام قائم کرنا ہے۔ یاد رہے کہ خلافت کسی خاص رسمی مذہبی شناخت کی بنیاد پر کسی فرقے کا تسلط نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب تمام انسانوں کے لیے علمی وفکری، سیاسی وعمرانی اور معاشی واقتصادی مسائل کو انسانی بنیادوں پر حل کرنے کا طریقۂ کار واضح کرنا ہے۔ خلافتِ ارضی کا یہ عالم گیر نظریہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تربیت یافتہ جماعت کا حصہ بنا۔ انسانیت کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والے، اس کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والے، سب سے پہلے انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں، ان کے بعد ”صدیقین“ کے مقام پر فائز صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء اللہ ہیں۔ اور پھر وہ لوگ ہیں، جو کل انسانیت کے

مفاد کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہ وہ ''شہدا'' ہیں، جو اپنی جان اور مال انسانیت کے نظام کے غلبے کے لیے اللہ کی راہ میں قربان کردیتے ہیں۔ یہ اونچا درجہ ہے۔ اور چوتھے وہ صالح انسان ہیں، جو اگرچہ جان قربان کر کے شہادت کے درجے پر فائز نہ ہوں، لیکن اپنی تمام توانیائیاں، اپنی تمام صلاحیتیں، اپنی تمام مہارتیں، وہ انسانیت کے عالم گیر نظام قائم کرنے کے لیے وقف کردیں۔ وہ اپنے نسلی تعصب، اپنی قومی شناخت، اپنے انفرادی دائرے کی تنگ نائیوں سے نکل کر کل انسانیت کے لیے کام کرنے والے بن جائیں۔ اسلام نام ہی اس بات کا ہے، اسلام کا لغوی معنی ہے فرماں بردار بن جانا، اپنے آپ کو سپرد کردینا، یعنی مسلمان ایک ایسا فرد ہے، جو اپنی خواہش، اپنے ارادے، اپنے طبعی، نسلی، قومی، تقاضے صرف اللہ کے حکم کے تابع کردے اور رسول اللہؐ کی عظمت، آپؐ کی رسالت کے اقرار کی بنیاد پر آپؐ کی اتباع میں فرماں بردار بن جائے۔ وہ اپنے کسی کام کا کوئی معاوضہ دنیا میں لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ وہ اپنے اجر کو صرف اللہ کے سپرد کر کے کام کرتا ہے۔ چناں چہ انبیا یہی فرماتے ہیں: وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (127:26) (میں تم کسی اجر اور معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر اللہ رب العالمین پر ہے۔)

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جتنے بھی گروہ، فرقے، نسلیں یا مذاہب، انسانی تاریخ میں سے پیدا ہوئے ہیں، ان کا تمام کا مطالعہ کیجیے، یہودیت، جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والی ہے۔ عیسائیت، جو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ماننے کے دعوے دار ہے۔ ویدانت فلاسفی، جو محققین کے بقول نوح علیہ السلام کی تعلیمات کی صدائے بازگشت ہے۔ کنفوشس اِزم کے ماننے والے اور اسی طرح بدھسٹ ہیں۔ یہ وہ مذاہب ہیں، جو اپنے آپ کو حکما اور انبیا کے ساتھ جوڑنے کے دعودے دار ہیں۔ اسی طرح آج کے جدید دور تک جاگیرداری کی اساس پر فیوڈل اِزم، تجارتی نظریہ زر کی اساس پر مرکنٹائل اِزم، سرمائے اور کیپٹل کی اساس پر کیپٹل اِزم، اور محنت کے نظریے کی اساس پر سوشل اِزم، پچھلے دواڑھائی سو سال سے یورپ کی یہ چار تحریکیں انسانیت کے سامنے آئیں۔ مادیت کے نقطۂ نظر سے یہ چار مذاہب ہیں۔ اور دنیا کے چار پانچ الٰہی مذاہب، یہ کل 09 مذاہب اسلام کے علاوہ بنتے ہیں۔ ذرا اِن کی پانچ چھ ہزار سالہ تاریخ کا مطالعہ کیجیے۔ کون سا فرقہ، کون سا گروہ، کون سا نظام فکر و عمل وہ ہے کہ جس نے کسی نسلی، علاقائی، قومی اختلاف اور تنازعوں اور جھگڑوں کے بغیر انسانیت کے مسائل کے حل کرنے کے لیے بین الاقوامی سطح کا نظام قائم کیا ہو؟ انسانی تاریخ کا مطالعہ کیجیے یہودیت کی دواڑھائی ہزار سال کی تاریخ سامنے رکھیے۔ عیسائیت کی دو ہزار سال کی تاریخ سامنے رکھیے۔ ویدانت فلاسفی یا ہندو اِزم کی اڑھائی تین ہزار سال کی تاریخ سامنے رکھیے۔ بدھسٹوں کی دو ہزار سالہ تاریخ سامنے رکھیے۔ یورپ میں موجود جاگیرداری، سرمایہ داری اور سوشل اِزم کی اڑھائی تین سو سال کی تاریخ سامنے رکھیے۔ کیا ان کا فکر و نظریہ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، انسانیت کے مسائل کے حل کرنے سے عبارت ہے یا اس کے خلاف ہے؟ بغیر کسی تعصب کے جائزہ لیجیے۔ ان فرقوں نے جب بھی انھیں حکومت قائم کرنے اور سیاسی نظام چلانے کا موقع ملا، کیا وہ نسلی تعصب، مذہبی تعصب، طبقاتی تعصب، گروہی شناخت کے دائرے سے ہٹ کر تھا؟ وہ کل انسانیت کے لیے تھا یا کسی مخصوص نسل اور گروہ کے لیے تھا؟ یہودیت کو دو تین دفعہ حکومت کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور آج اسرائیل کے ذریعے یہودیت کا تسلط انسانیت کے سامنے آتا ہے۔ کیا انھوں نے اپنے فکر و نظریے، سیاسی نظام اور معاشی سسٹم میں تمام انسانیت کے مسائل بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب، حل کیے؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔ عیسائیت کی طویل عرصے تک کی حکومت کو سامنے رکھیے۔ کیا ان کا فکر کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا رہا ہے۔ ان کا سیاسی نظام بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام کو امن دینے کا رہا ہے۔ ان کا معاشی نظام تمام انسانیت کے معاشی مسائل حل کرنے کا رہا ہے۔ تو جواب نفی میں ہوگا۔ ہندو فلاسفی کے قانون کی طبقاتی شناخت تو آج بھی واضح ہے کہ انسان کو کم از کم چار طبقوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اس طرح ان کے سیاسی اور معاشی حقوق کا تعین کیا گیا۔ ذرا بدھ فلاسفی کو سامنے رکھیے، کنفیوشن اِزم کو ماننے والے جو اسی کی ذیلی شاخ ہیں، اس کا مطالعہ کیجیے۔ کیا انسانیت کے لیے کسی وقت نسلی یا علاقائی تعصب کے دائرے سے باہر رہا؟

> حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر ایک عالم گیر اور بین الاقوامی خلافت اور حکومت کا نظام قائم کیا۔ خلافتِ کبریٰ آپ ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''انسانی معاشروں میں بین الاقوامی سطح کا نظام قائم کرنا دراصل محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا اساسی مقصد تھا۔'' حقیقت یہ ہے کہ کل انسانیت کو اللہ کے بیان کردہ اعلیٰ اَخلاق کے نظام کے تحت لانا بہت اونچا کام ہے۔

جاگیرداری نظام کی طبقاتی کشمکش اور فیوڈل اِزم نے دنیا کو غربت و افلاس کا شکار بنایا۔ جاگیرداری نظام کی شناخت ہی یہ ہے کہ جس کے پاس لینڈ ہے، وہ لینڈ لارڈ ہے، تمام حقوق اسی کے ہیں، باقی انسانوں کے کوئی حقوق ہیں ہی نہیں۔ کیپٹل اِزم کی تاریخ دیکھئے کہ جہاں کا دیوتا ''سرمایہ'' (capital) ہے۔ سرمائے کی طاقت، جس کے پاس ہے، اس کے لیے امن بھی ہے، اس کے معاشی حقوق بھی ہیں، اس کے لیے فکر و دانش کے فوائد بھی ہیں اور اس کے سامنے مذاہب بھی سجدہ کرتے ہیں۔ سرمایہ داری نظام کا طبقاتی ڈھانچہ، دنیا بھر کے انسانیت کے مسائل حل کرنے کے بجائے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنا۔ سوشل اِزم، جو انسانیت کے لیے امن کا دعوے دار بن کر سامنے آیا، اس کے فکر و فلسفے کی اساس وحدتِ انسانیت نہیں، بلکہ فلسفۂ جدلیت، طبقاتی جنگ، لڑائی کی بنیاد پر اشتراکی اور اجتماعی نظام کے قیام کا دعویٰ ہے۔ بتلایا جائے کل انسانیت کی بنیاد پر مسائل حل کرنے کی سوچ کون سے یورپین فلسفے میں ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب، دنیا کا کوئی سسٹم، دنیا کا کوئی فرقہ اور گروہ ایسا بتلایا جائے کہ جس نے کل انسانیت کو انسانی بنیادوں پر فکر اور فلسفہ دیا ہو، کل انسانیت کو سیاسی طور پر امن دیا ہو، کل انسانیت کو معاشی نقطہ نظر سے عدل و انصاف کا نظام دیا ہو۔ دنیا کا واحد دین، دینِ اسلام ہے، جو اللہ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ اس بات کو لازمی قرار دیتا ہے کہ باقی تمام انسان، اللہ کی مخلوق اور اس کا کنبہ ہے۔ اور ان کے انسانی حقوق یکساں ہیں۔ ان میں کوئی انسان سرمایہ، جاگیر، مذہب یا کسی بھی شناخت کی بنیاد پر دوسرے انسانوں پر بالادستی نہیں رکھتا۔ حتیٰ کہ وقت کا نبی بھی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ''وما اسئلکم علیہ من اجر'' میں جو انسانیت کے لیے کام کر رہا ہوں، تمہارے لیے اعلیٰ اور بلند درجے کا نظام بنا رہا ہوں، میں جو غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہوں کہ مجھ پر وحی آتی ہے، میں اپنے ان کاموں کا تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، یہاں تک کہ مسلمان کی آزادی اور حریت کو اتنا محفوظ کردیا گیا کہ اسے قرآن حکیم نے سورۂ یٰسین میں براہِ راست حکم دیا کہ: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا

وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (21:36) (ان لوگوں کی اتباع کرو، جو تم سے کسی بھی قسم کا کوئی مفاد اور معاوضے کا سوال نہیں کرتے اور وہ سیدھے راستے پر ہوں) ایسی لوگوں کی اتباع کرو، جو خود ہدایت یافتہ ہوں اور انسانی مسائل کے حل کرنے کی صلاحیت اور مہارت کے حامل ہوں۔ ان میں ہدایت دینے کی اہلیت ہو، ان میں عقل وشعور ہو اور فہم وبصیرت ہو کہ انسانیت کے مسائل کیا ہیں؟ اور ان کے حل کرنے کا سلیقہ اور طریقۂ کار کیا ہے؟

تخیلاتی باتیں کرلینا تو بڑی آسان ہیں کہ ''وحدتِ انسانیت'' کا راگ الاپا جائے، انسانیت کی فلاح و بہبود کے حوالے سے دور دراز کے قلابے ملائے جائیں، لیکن ذرا بتلایا تو جائے کہ دنیا میں قرآن کو ماننے والی جماعت، محمد رسول اللہ پر ایمان لانے والی جماعت، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والی جماعت کے علاوہ اور کون سی جماعت ہے، جس نے وحدتِ انسانیت کے فکر کو دنیا بھر میں غالب کیا ہو؟ اس کی بنیاد پر سیاسی نظام، معاشی سسٹم تشکیل دیا ہو اور انسانیت کے سماجی مسائل حل کیے ہوں۔ تاریخ سے کوئی گواہی تو پیش کرو۔ محض تخیلات، محض تصورات پیش کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ اب یہ بات کہ آج کا مسلمان فرقہ پرست ہے، آج کا مسلمان سماجی، معاشی، تباہی کا شکار ہے۔ وہ انتہا پسندی اور تشدد کا شکار ہے، تو کیا اسلام اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ آج کا مسلمان ناکارہ ہے؟ کیا قرآن کو اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ آج قرآن کو ماننے والے احمق اور بے وقوف ہیں؟ کیا حضور کی اتباع کو اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ حضور کی اتباع کا دم بھرنے والے فرقہ پرست ہیں۔ یہ فرقہ پرستی، یہ انتہا پسندی، یہ انسانیت کے اندر گروہیت، یاد رکھو، یہ اسلام کے نظریے کی وجہ سے نہیں۔ یہ سرمایہ داری نظام کی بنیاد پر ہے۔ کیا اسلام کو اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ اس کے نام لیوا آج جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کے آلۂ کار ہیں؟ نہیں! دنیا کا کوئی نظریہ اور فلسفہ، اور اس کا عملی نظام محض اس لیے نہیں چھوڑا جاسکتا کہ اس کے ماننے والے نالائق ہوگئے ہیں، کیا اگر ایک نالائق ڈاکٹر انسان کا علاج کرنے سے قاصر ہو جائے تو کیا میڈیکل سائنسز کو چھوڑ دیا جائے؟ کسی علاقے اور خطے میں خود ساختہ عطائی حکیم بیٹھ جائیں، تو کیا طبِ یونانی اور حکمت کے جو اصل خواص و تاثیرات ہیں، ان کو چھوڑ دیا جائے؟ نالائق اور احمق ہومیو پیتھک کہیں موجود ہے تو کیا ہومیو پیتھک کی بنیادی سائنس ترک کردی جائے؟ کیا دنیا کے علوم چھوڑ دینے چاہئیں؟ اگر انجینئر ناکارہ ہو جائیں اور پاکستان میں ان کی بنائی ہوئی بلڈنگز روز گرتی ہوں، تو انجینئرنگ کی تعلیم ترک کردینی چاہیے؟ اگر وکیل انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرنے لگیں تو کیا قانون کی بالادستی ترک کردی جائے؟ کیوں کہ قانون کے ٹھیکے دار تو روز سڑکوں پر جلوس نکال کر لوگوں کی دکانیں بند کروا دیتے ہیں، عجیب احمقانہ تصور ہے۔ نہیں! انسانیت کی ترقی کے جو علوم ہوتے ہیں، قانون کی حکمرانی، جس سے سوسائٹی میں امن قائم ہوتا ہے، انجینئرنگ، جو انسانیت کے مسائل حل کرتی ہے، میڈیکل سائنسز، جو انسانی جسمانی امراض کے علاج کرتی ہے، خرابیوں کے زمانے میں تو زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو سلیقے کے ساتھ سیکھا جائے، ان میں مہارت اور صلاحیت پیدا کی جائے اور جو نقائص ہیں، انھیں دور کیا جائے اور اس کے لیے اجتماعی طور پر بھرپور جدوجہد کی جائے۔

اسی طرح اگر آج مسلمان ناکام ہو رہے ہیں اور اس وقت اسلام کی بنیاد پر قومی سطح کا سیاسی نظام بنانے کی صلاحیت کے حامل نہیں رہے ہیں، اس کا مطلب اسلام کو چھوڑنا نہیں، بلکہ اسلام کے اُس معیاری دور کو صحابہ کی اس اولوالعزم جدوجہد کو، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خلافتِ ارضی کے قیام کے عالم گیر نظام کو سمجھنے، سوچنے، اس کے مطابق مہارتیں پیدا کرنے، اس کے مطابق جدوجہد اور کوشش کرنے کی ضرر ت ہے۔ اس کے مطابق قومی اور بین الاقوامی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اسلام کے انسانیت گیر نظام کو سیکھنے کی صلاحیت و استعداد نہیں، اس کا فہم وشعور مفقود ہو جائے تو اس کی وجہ سے اسلام کو بُرا بھلا کہنے لگ جائیں، تو اس سے بڑی احمقانہ بات اور کیا ہوگی؟ آج ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے کل انسانیت کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت و استعداد اپنے اندر پیدا کی جائے، پرکھا جائے، اس کے لیے جس بنیادی صلاحیت و استعداد، شعور و آگہی، مہارت اور صلاحیت، عملی جدوجہد اور کوشش، نظم وضبط اور ڈسپلن پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے اپنے اندر پیدا کیا جائے۔ اس کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا جائے۔ نہ یہ کہ فکری انتشار پیدا کرکے سوسائٹی کو مزید تباہی اور بربادی کے راستے پر ڈالا جائے۔ آج نام نہاد اسلام پسند جماعتیں، اور یہ نام نہاد وحدتِ انسانیت کے پرچارک اسلام دشمن جماعتیں، یہ سوسائٹی کے وہ انتہا پسند گروپ ہیں، جو دراصل انسانی مسائل کے حل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ سامراج کے آلۂ کار ہیں۔ ایجنسیوں کے ایجنٹ ہیں، ان کی آلہ کاری کا کردار ادا کرتے ہیں، جو فکری انتشار پیدا کرکے سوسائٹی میں دین اسلام کے غلبے کے قومی اور بین الاقوامی نظام کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔

> خلافتِ ارضی کے تناظر میں جب انبیا علیہم السلام کی تعلیم کی روشنی میں صحیح علم وفکر اور نظریہ اختیار کیا جائے اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے درست طور پر سیاسی نظام قائم کیا جائے، جس کے نتیجے میں امن و امان قائم ہو جائے۔ اسی طرح نبویؐ تعلیمات کی اساس پر بہترین معاشی نظام قائم ہو جائے، تو اس کے فوائد وثمرات صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں رہتے، بلکہ جانوروں تک بھی پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ گہرے سمندر کی مچھلیوں پر بھی اس کے اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے انسانوں کے لیے دعا گو رہتی ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان دین اسلام کے اس عالم گیر سسٹم کو سمجھے، جو انبیا علیہم السلام کا ہے، انعام یافتہ جماعتِ صحابہ کا ہے، اولوالعزم شہدا، اولیاء اللہ، علمائے ربانیین کا ہے، آج وہ پچھلے چودہ سو سال کی انسانی تاریخ کے ان انعام یافتہ لوگوں کے طرزِ فکر و عمل سے رہنمائی لے کر اپنے اندر اس کی صحیح صلاحیت و استعداد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تسلسل سے کٹ کر تخیلات کے گھوڑے دوڑانا، اور سوسائٹی میں انتشار پیدا کرنا، سوسائٹی کو فکری طور پر گمراہ کرنے، غلط راستے پر ڈالنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے۔ آج ہمارا عزم اور ارادہ ہونا چاہیے کہ ہم عقل وشعور اور فہم وفراست کی بنیاد پر دین اسلام کی سچی انسانی دوست تعلیمات کو سمجھیں، اس کے مطابق منظّم ہوں، اس کے مطابق اپنے اندر صلاحیت اور مہارت پیدا کریں، اور اس بات کا عزم اور ارادہ کریں کہ اس نظریے کی اساس پر خلافتِ کبریٰ کا بین الاقوامی سطح کا انسانیت گیر عالمی نظام قائم کرنے کے لیے ہمیں کردار ادا کرنا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فکری انتشار کے اس دور گمراہی کے اس ماحول سے ہمیں بچائے۔ آمین

عراقی بچوں کو عیسائی بنانے کے لیے عیسائی مشنری ادارے سرگرم

ایک چشم کشا رپورٹ

امریکی ظلم کی چکی میں پس رہے عراق میں اب ارتداد کی لہریں بڑی تیزی سے اٹھنے لگی ہیں۔ عیسائی مشنریاں سارے عراق میں دندناتی پھر رہی ہیں۔ اور ان کے نشانے پر وہ بچے ہیں، جن کے والدین جنگ کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ اطلاعات ہیں کہ فلوجہ اور اس کے اطراف کے علاقوں اور دیگر شہروں میں اتحادی افواج کے ہاتھوں جاں بحق ہونے والے عراقیوں کے لاوارث بچوں کو عیسائی مشنریاں اغوا کرتی ہیں اور اگر ان لاوارث بچوں کے رشتے دار اِن کو لینے کا مطالبہ کرتے ہیں تو انھیں یہ جواب دے کر چلتا کر دیا جاتا ہے کہ بچے بھی جنگ کا شکار ہوئے ہیں اور انھیں دفنا دیا گیا ہے۔ رشتے داروں سے جھوٹ بول کر اغوا شدہ بچوں کو پہلے فوج کے حوالے کیا جاتا ہے اور وہاں سے انھیں عیسائی مشنریاں اپنے کنٹرول میں لے لیتی ہیں۔ پھر ان بچوں کی ''ذہن سازی'' شروع کر دی جاتی ہے۔ اور انھیں باقاعدہ عیسائی مذہب میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ عیسائی مشنری ادارے ان دنوں امریکہ کی اس صلیبی جنگ کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ کر عراق میں سرگرم ہیں۔ اس لیے عراق بھر میں بائبل پچاس پیسہ فی نسخہ کے حساب سے تقریباً مفت تقسیم کیے جا رہے ہیں، جب کہ قرآن پاک کا ہدیہ کئی سو روپے ہے۔

امریکی ریاست اریزون کے دارالحکومت ''وینکس'' میں منعقدہ ایک کانگریس کے دوران مشنریوں کے ایک عہدے دار نے کہا کہ ہماری تنظیم کو عراق کی تاریخ کو بدل کر رکھنے کا سنہری موقع حاصل ہے۔ مذکورہ عہدے دار نے انٹرنیشنل میشن یونٹ بورڈ نامی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے عراق کے ان شہروں کی نشان دہی کی، جن میں عیسائی مشنریاں عیسائی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہیں۔ شمالی کردستان، موصل، کرکک، تکریت، کربلا اور نجف وہ علاقے ہیں، جہاں عیسائی مشنریز تاریخ کی کایا پلٹ دینے کے عزائم رکھتی ہیں۔ امریکہ کے ٹائم میگزین نے ''ڈاون'' نامی ایک عیسائی تنظیم کے رکن ریچ ھانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ گزشتہ ایک دہائی سے زائد عرصے کے دوران عیسائی مشنریوں کو کام کے ویسے مواقع حاصل نہ ہو سکے، جیسے مواقع عراق میں حاصل ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ عراقی جنگ ہم مسیحیت کی تبلیغ کرنے والوں کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ مسیحیت کے کسی بھی مبلغ کو عراق میں داخل ہونے کے لیے صرف ایک امریکی پاسپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ برطانوی صحافی ڈاویڈ رینی کا کہنا ہے کہ عراق میں امریکی مشنری کارندے خفیہ اور منظّم طریقے پر انسانی امداد کے پردے میں کام کر رہے ہیں۔ ڈاویڈ رینی کہتا ہے کہ عراق میں کام کرنے والی امریکی عیسائی مشنریاں یسوع مسیح کی ویڈیو فلم اور بائبل کے عربی ترجمے بڑی تعداد میں عراق منتقل کر چکے ہیں۔ اس مہم کا نام ''مسلمانوں کی بے دینی سے حفاظت'' رکھا گیا ہے۔ ''اوکلاہاما'' ریاست کے مشنری عہدے دار سام پورٹر نے برملا اعلان کیا کہ ان کی تنظیم عراق میں انسانی امداد کا کام کر رہی ہے، لیکن اس کام کا مقصد صرف انسانی امداد ہی نہیں، بلکہ یہ کام ربّ کی محبت کو عام کرنے کی مہم ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق 100 سے زائد عیسائی تنظیمیں عراق میں داخل ہو چکی ہیں، جن میں سب سے بڑی اور نمایاں تنظیمیں درجِ ذیل ہیں: (1) انٹرنیشنل عیسائی مشنری بورڈ۔ یہ امریکہ کے پروٹسٹنس عیسائیوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ (2) مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقین کونسل۔ (3) نارتھ کارولینا صوبہ کا عیسائی گروپ۔ (4) امریکن تعاون بورڈ۔ (5) کرشنیٹی ورلڈ نیشن انٹرنیشنل تنظیم۔ (6) بائبل عالمی برادری تنظیم۔ (7) ڈاون تنظیم۔ (8) سامرٹیان پیرس تنظیم۔ (9) پروٹسٹانٹ عیسائی مبلغین تنظیم۔ (10) پوپ جان حنا (اوھایو صوبہ)۔ (11) عیسائی مبلغہ جا کی کون۔ (12) بین الاقوامی گلوبل مشین یونٹ عیسائی تنظیم۔ یہ ساری عیسائی تنظیمیں عراق میں سرگرم ہیں۔ اور ان سب کی نگرانی IRCO (عراق ریلیف سنٹر آفس) نامی مرکزی ادارہ کر رہا ہے۔ اور ان ساری تنظیموں کا عراق میں داخلہ انسانی امداد کے عنوان سے ہوا ہے۔ عام انسانی برادری کا ان تنظیموں کے تعلق سے یہی تأثر ہے کہ یہ جنگ اور تشدد کے متأثرین کی امداد کر رہی ہیں۔ عراق میں موجودہ امریکی عہدے داروں کو عراق میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا اعتراف ہے، لیکن یہ عہدے داران تنظیموں کے تعلق سے یہی تأثر دیتے ہیں کہ یہ عراق میں ریلیف سرگرمیاں انجام دے رہی ہیں، نہ کہ عیسائیت کی تبلیغ۔

امریکی عہدے دار کہتے ہیں کہ: عراقی باشندے ان عیسائی تنظیموں سے خوش ہیں۔ ایک حکومتی ذمہ دار نے امریکہ کے ٹائم میگزین سے ذکر کیا کہ چوں کہ صدر بش اور صہیونی مسیحی دائیں بازو کے درمیان خوش گوار تعلقات ہیں، اس لیے وائٹ ہاؤس کے لیے ممکن نہیں کہ عیسائی تنظیموں کو عراق میں داخلے سے منع کرے۔ کالم نگار سعید احمد ومیض ندوی کی رپورٹ کے مطابق عراق میں کام کرنے والی عیسائی تنظیموں کا یہ ایک اہم ذریعہ ہے۔ عراق میں سرگرم ایک اہم عیسائی کارکن جیم وواکر، جو 45 ہزار صندوق غذائی مواد لے کر عراق میں داخل ہوا تھا، کہتا ہے کہ: میری کئی ایسے عراقی بچوں سے ملاقات ہوئی، جو بھوک سے قریب المرگ ہو چکے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اولین ضرورت کھانا نہیں، بلکہ یسوع کی محبت کو پہچاننا ان کی اصل ضرورت ہے۔ عیسائی تنظیمیں جنگ سے متأثر عراقیوں کو مفت علاج فراہم کر کے ان سے قریب ہوئی ہیں۔ نیز آپریشن کے ضرورت مندوں کا عیسائی مشنریوں کا انتہائی مؤثر حربہ ہے۔ بیماریوں سے کراہتے ہوئے افراد کو جب فری علاج کرا کے انھیں نئی زندگی عطا کی جاتی ہے تو وہ اپنے محسنوں کی ہر چیز قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ عراق میں متأثرین کو غذائی مواد فراہم کرنے والے عیسائی مبلغین اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ مقامی تعلیم یافتہ طبقے سے روابط بڑھائے جائیں۔ اس لیے کہ تعلیم یافتہ طبقہ اگر عیسائیت سے متأثر ہوا تو اس کے دوررَس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

عیسائی مشنریوں کا مقصد عیسائیت سے متأثر ایک تعلیم یافتہ نسل تیار کرنا ہے۔ چناں چہ اب تک عیسائی مشنریوں کی جانب سے تعلیمی اداروں اور مدارس اور اسکولوں کو ملینوں ڈالر کی امداد کی جا چکی ہے۔ عراق میں سرگرم عیسائی مشنریاں، عیسائی لٹریچر کی ترویج کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔ جو چھوٹی چھوٹی کتابوں، پمفلٹس اور ویڈیو فلموں پر مشتمل ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے غیر مصدقہ واقعات کی فلم بندی کر کے ایک فلم ''یسوع'' کے نام سے بنائی گئی اور 70 سے زائد زبانوں میں یہ فلم عراقی لہجے میں نقل کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اربیل کے راستے سے عراق میں بائبل کے ایک لاکھ سے زائد نسخے عراق منتقل ہو چکے ہیں۔ جب کہ قرآنی نسخوں کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ بچوں کے اذہان صاف تختی ہوتے ہیں، جن پر جو کچھ لکھا جائے، نقش ہو جاتا ہے۔ بچوں کی نفسیات کے پیشِ نظر مشنریاں ان میں باتصویر عیسائی کہانیاں تقسیم کرتی ہیں، جس سے بچے عیسائیت سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ سارے عالم میں مشنریاں عیسائیت کی ترویج کے لیے ٹی وی چینلوں اور ریڈیو اسٹیشنوں کا قیام عمل میں لا رہی ہیں۔ عراق میں بھی اس قسم کے چینلز کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ''محبت کی آواز'' اور ریڈیو سوا کے نام سے دو ریڈیو عراق میں کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح ''الحرہ'' اور ''آشور'' نامی دو عیسائی چینلز 24 گھنٹے عیسائیت کے پرچار میں مصروف ہیں۔ شروع ہی سے ان مشنریوں کو اقوامِ متحدہ کا بھرپور تعاون

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

حاصل ہے۔ اقوامِ متحدہ مغربی ممالک کا دستِ نگرا دارہ ہے۔ اس لیے اسے ہراُس پالیسی کی تائید ناگزیر ہوتی ہے، جو مغربی ممالک کی منشا کے مطابق ہو۔ اقوامِ متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے عراق میں عیسائی مشنریوں کے کردار کی بھرپور ستائش کی تھی۔ شمالی عراق میں مشنریوں کو اقوامِ متحدہ کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ عراق کے کرد علاقے میں عیسائی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ کردستان کا علاقہ بری طرح عیسائی مشنریوں کی زد میں ہے۔ گلوبل مشین یونٹ عالمی عیسائی سنٹر نے اپنی ایک رپورٹ میں ان تمام عیسائی تنظیموں کی فہرست پیش کی ہے، جو شمالی عراق اور کردستان میں سرگرم ہیں۔ جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1۔ جمعیت کتاب مقدس: اس تنظیم کا آفس عراقی شہر اربیل میں واقع ہے۔ اس کا سارا لٹریچر عراقی وزارتِ ثقافت کے پریس سے شائع ہوتا ہے اور یہ تنظیم منظّم انداز میں عیسائیت کی تبلیغ کررہی ہے۔ 2۔ برطانوی تنظیم برائے فروغِ خدماتِ مشرقِ وسطیٰ: اس کا صدر دفتر قاہرہ میں ہے۔ اس کے تین آفس عراق میں ہیں۔ ایک اربیل میں، دوسری ''دھوک'' اور تیسری سلیمانیہ شہر میں۔ یہ تنظیم اپنی ساری سرگرمیاں تنظیم کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر الیگزینڈر رَسل کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ ڈاکٹر الیگزینڈر رَسل اربیل کی صلاح الدین یونیورسٹی کے آرٹ کالج میں بحیثیتِ استاد خدمات انجام دیتے ہیں۔ 3۔ تنظیم سرچشمہ حیات: یہ ایک امریکن عیسائی تنظیم ہے، جس کا دفتر اربیل شہر سے قریب ثقلاوہ شہر میں ہے۔ اس تنظیم کو امریکی وزارتِ خارجہ کے تحت چلنے والے انسانی امداد کے ادارے OFDA سے براہِ راست امداد حاصل ہوتی ہے۔

4۔ بین الاقوامی طبی کاروان تنظیم: اس کا صدر دفتر امریکہ کے بورتلانڈ شہر میں واقع ہے۔ خلیج کی دوسری جنگ میں اس تنظیم سے وابستہ ڈاکٹروں کی ٹیم امریکی فوج کے ساتھ عراق پہنچی تھی۔ یہ بھی OFDA سے براہِ راست امداد حاصل کرتی ہے۔ اس کے عراق کے شہروں: سلیمانیہ، اربیل، زاکو اور دھوک میں چار آفسز کام کرتے ہیں۔

5۔ المصادر برطانوی تنظیم: یہ تنظیم کمپیوٹر اور انگریزی سکھانے کا کام کرتی ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں کام کرتی ہیں۔ صدر دفتر ثقلاوہ شہر میں قائم ہے۔ 6۔ کارتیاس: قاہرہ سے شائع ہونے والے ایک عیسائی میگزین نے اپنے شمارہ نمبر 47 میں لکھا ہے کہ کارتیاس نامی کیتھولک عیسائی تنظیم نے اپنے عراقی آفسز کے تعاون، اسی طرح ترکی، شام، لبنان اور القدس میں قائم اپنی شاخوں کے تعاون سے انسانی امداد کا کافی مواد جمع کیا ہے۔ جس سے نصف ملین سے زیادہ عراقی باشندوں کی ضروریات کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔ کارتیاس کے قاہرہ آفس کے ایک عہدے دار نے بتایا کہ کارتیاس عراق میں گزشتہ 20 سال سے کام کررہی ہے، لیکن دوسری خلیجی جنگ کے بعد اس کی سرگرمیوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ بالخصوص شمالی عراق، جو عیسائی سرگرمیوں کے لیے زرخیز علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ 7۔ ACORN تنظیم: یہ ویٹیکن سٹی کے تعاون سے چلتی ہے۔ اس نے اب تک دسیوں کرد مسلمانوں کو عیسائی مشنری کیمپوں میں تربیت دیا ہے۔ ماہانہ 600 ڈالر مشاہرے کے ساتھ کرد مسلمانوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے استعمال کرتی ہے۔ ممتاز قابلیت رکھنے والے مسلمانوں کا انتخاب کرکے انھیں ویٹیکن سٹی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہاں ایک عرصے تک تربیت پا کر عیسائی مبلغ بن کر آئیں۔

8۔ ''الوعی الاعلامی'' نامی میڈیا سنٹر کے مطابق اس تنظیم کے تربیتی کیمپ تین علاقوں میں قائم ہیں: الف: دھوک شہر میں، جہاں کا ذمہ دار یوسف نامی عیسائی ہے۔ ب: عنیکا، ہوشہر جس کا ذمہ دار فرید نامی عیسائی ہے۔ یہ اٹالین ہے۔ اربیل میں مقیم ہے۔ ج: محلتہ آشتی، سلیمانیہ شہر کا ایک علاقہ ہے۔ اس کا ذمہ دار کاظم بغدادی نامی شخص ہے، جو کچھ عرصہ قبل عیسائی بن گیا۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال (1): اگر مقتدی پہلے قعدہ میں امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوا، ابھی مقتدی نے تشہد مکمل نہ کیا تھا کہ امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور مقتدی تشہد مکمل کیے بغیر کھڑا ہوگیا تو کیا اس صورت میں اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟ اسد جنید، لاہور

جواب: اس صورت میں نماز درست ہے، لیکن ایسے مقتدی کو کوشش کرنی چاہیے کہ تشہد (التحیات) مکمل کرکے اٹھے۔

سوال (2): ایک عورت حمل سے تھی کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ پانچ سال تک بچے کی والدہ نے اس کے باپ سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ساڑھے پانچ سال کے بعد بچے کی والدہ اس کے باپ سے گزشتہ عرصے کے اخراجات کا مطالبہ کرتی ہے۔ کیا شرعی طور پر اس کو گزشتہ برسوں کے خرچے کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ ساجد چوہدری، لاہور

جواب: بچے کی والدہ گزشتہ برسوں کے نفقے اور خرچ کا بچے کے والد سے مطالبہ نہیں کرسکتی۔ گزشتہ عرصے کا خرچہ، جو بچے کی والدہ نے عدالت کے فیصلے یا باہمی رضامندی کے بغیر کیا ہے، اس کا مطالبہ درست نہیں۔

سوال (3): نکاح میں مہر معجّل مقرر کیا گیا، لیکن کئی سال گزرنے کے باوجود شوہر نے مہر ادا نہیں کیا۔ عدالت میں اس کا کیس بھی دائر کیا گیا۔ اور عدالت کا فیصلہ عورت کے حق میں ہوا، لیکن شوہر تاحال مہر ادا کرنے سے انکار کررہا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی نکاح قائم رہتا ہے یا نہیں؟ محمد ندیم، جیکب آباد

جواب: نکاح کے بعد مہر معجّل بلاتاخیر ادا کرنا ضروری ہے۔ عورت کے مطالبے کے باوجود مہر معجّل کی ادائیگی سے انکار کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایسی صورت میں عورت حقوقِ ازدواجی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرسکتی ہے۔ البتہ شوہر کی جانب سے مہر کی ادائیگی نہ کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی	(بورے والا)	حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری	(بہاولنگر)	محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)	حضرت مولانا رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خان)	محترم سید خالد ریاض بخاری	(واہ کینٹ)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)	محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)	حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکارپور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن	(نوشہرہ)	حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)	حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر	(اسلام آباد)
		محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)	حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
		محترم حاجی محمد بلال بلوچ	(قاضی احمد)	حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
		محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)	محترم قاری محمد ایاز جدون	(مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔